ہفت روزہ بین الاقوامی خبروں پر تبصرے

13 فروری 2021

چین کے ساتھ ٹیلیفون کال کے دو گھنٹے بعد، بائیڈن نے کہا، 'چین ہمارا کھانا کھا لے گا'

اس ہفتے جو بائیڈن نے امریکی صدر بننے کے بعد چین کے صدر ژی جنپنگ کے ساتھ اپنی پہلی ٹیلیفون کال کے دوران طویل گفتگو کی جو دو گھنٹے تک جاری رہی جو کہ ایک امریکی صدر کے لیے خاصا طویل وقت ہوتا ہے۔ بائیڈن یہ ذکر کر چکا ہے کہ وہ چینی صدر کو اپنے نائب صدارت کے وقت سے جانتا ہے مگر تب سے اب تک بہت کچھ واقع ہو چکا ہے، چین پچھلی دہائی کے دوران امریکہ کے لیے سب سے اہم چیلنج رہ چکا ہے۔

ماؤزی تنگ کے آخری سالوں سے چین نے دنیا کے ساتھ رابطہ بحال کرنا شروع کیا مگر اس کو صحیح معنوں میں اس کے جانشین ڈینگ ژیاؤپنگ نے استوار کیا۔ امریکہ نے چین کے لیے ایک مستقل پالیسی اختیار کی ہوئی تھی بالکل ویسی ہی جیسی اُس نے جنگِ عظیم دوئم کے بعد اپنے جرمن اور جاپانی حریفوں کے حوالے سے اختیار کی تھی جو کہ چین کو معاشی طور پر امریکہ کے ساتھ جوڑنے کی پالیسی تھی۔ اس پالیسی کے نتیجے میں جرمنی اور جاپان معاشی طاقتیں بن کر ابھرے مگر یہ ایک برآمدی طاقت کا ماڈل تھا نہ کہ اندرونی ضروریات کو پورا کرنے والی معیشت کا ماڈل۔ چین بھی پوری دنیا کی ضروریات پورا کرنے والی فیکٹری بن گیا اور وہ کچھ بنانے لگا جو دوسروں کی ضرورت نہ کہ اپنی ضرورت تھی۔ بہر حال، جرمنی اور جاپان میں اقتصادی پروگرام کے ساتھ ساتھ بطور ایک قابض قوت کے امریکہ کی براہ راست فوجی موجودگی بھی تھی اور حکومت کے اوپر سیاسی اثر ورسوخ بھی ساتھ تھا جبکہ چین میں سیاسی قیادت امریکی یا بیرونی اثر سے پاک تھی اور فوج بھی مضبوط تھی۔ پس یہ کچھ ہی وقت کی بات تھی کہ چین کو اس جال کا اندازہ ہو گیا جو امریکہ نے اس کے لیے بچھایا تھا اور اس نے اپنی توجہ اپنی اندرونی اقتصادی ضروریات کی طرف مبذول کر دی جس میں تزویراتی (اسٹریٹیجک) صنعتیں اور فوجی پیداوار شامل تھی اور ساتھ ہی اپنی فوج کو جدید اسلحے سے مسلح کرنے کے عمل کو تیز کر دیا اور جنوبی چینی سمندر (ساؤتھ چائنہ سی) اور اس سے آگے تک اپنی طاقت پھیلانی شروع کر دی۔ چین کے اس طرزِ عمل سے امریکہ کی قومی سلامتی کو خطرہ پہنچانا شروع ہو گیا جو بحراوقیانوس اور بحرالکاہل کو اپنے ذاتی سمندر خیال کرتا ہے۔

اکیسویں صدی کے آغاز ہی سے امریکہ کو احساس ہو گیا کہ اس کو چین کے حوالے سے اپنی پالیسی تبدیل کرنی ہو گی مگر اس دوران امریکہ افغانستان اور عراق کی آفت زدہ جنگوں میں پھنس گیا، وہ جنگیں جن کے بارے میں امریکہ کا احمقانہ خیال تھا کہ وہ یہ آسانی سے جیت جائے گا۔ اس کے بعد عرب بہار کے انقلابات واقع ہو گئے جنہوں نے امریکی خارجہ پالیسی سازوں کی ساری توانیاں خرچ کر دیں، خاص طور پر شامی انقلاب جس کے بارے میں کسنجر نے بیان کیا کہ اس میں پورے ویسٹ فیلین قومی ریاستوں کے نظام کو درہم برہم کرنے کی طاقت تھی۔ اوبامہ نے چین کی امریکی پالیسی کی تبدیلی حوالے سے اہم اقدامات اٹھائے مگر یہ ٹرمپ تھا جس نے بنیاد سے امریکہ چین تعلقات کا لب ولہجہ تبدیل کر دیا، دہائیوں سے جاری اقتصادی تعاون کی، ایک سخت تجارتی جنگ شروع کر کے، دھجیاں اڑا دیں۔ مگر ٹرمپ کے دور کے آخر تک یہ بات واضح ہو گئی کہ چین کی بڑھتی طاقت کو ایک تجارتی جنگ کے ذریعے قابو نہیں کیا جا سکتا، مزید برآں دہائیوں سے جاری چینی پیداوار پر امریکی معیشت کے انحصار نے اسے بنیاد سے کمزور کر دیا ہے اور اسی لیے بائیڈن ایک بھرپور اندرونی سرمایہ کاری (stimulus spending) کی بات کر رہا ہے جس کے ذریعے امریکی معیشت کو مضبوط کیا جا سکے۔ چین کے ساتھ ٹیلی فونک کال کے ایک دن بعد امریکی سینیٹرز سے التجا کرتے ہوئے، بائیڈن نے کہا، "اگر ہم نے جلدی سے کچھ نہ کیا تو وہ ہمارا دن کا کھانا کھا جائیں گے۔" چین کے بارے میں بتاتے ہوئے مزید کہا، "وہ مختلف شعبوں میں اربوں ڈالر خرچ کر رہے ہیں جن کا تعلق ٹرانسپورٹیشن، ماحول اور دیگر کئی امور سے ہے۔ ہمیں بس اب اٹھنا ہو گا۔"

اس سب پیش رفت میں ایک باشعور مسلمان کے لیے جاننے کے لیے بہت کچھ ہے۔ امریکہ ضرور ایک عالمی سپر طاقت ہے مگر سرمایہ دارانہ آئیڈیالوجی کی وجہ سے یہ گہری طرح متاثر ہو چکا ہے جسے اس نے اور باقی مغربی دنیا نے سینے سے لگایا ہوا ہے۔ مغربی ترقی کی وجہ ایک کامیاب سرمایہ دارانہ اقتصادی نظام نہیں جو کے درحقیقت ناکام ہو چکا ہے بلکہ اس کی وجہ ایک طاقتور سامراجانہ خارجہ پالیسی ہے جو کہ ذریعے مغرب باقی اقوام کے وسائل اور معیشتوں کا استحصال کر کے آگے بڑھتا ہے۔ چین بھی ابھی سرمایہ دارانہ اقتصادی نظام کے نفاذ کے ابتدائی مراحل میں ہے، یہ ابتدائی مرحلہ اندرونی ورک فورس، جو کہ چین میں بہت بڑی ہے، کے استحصال کے نتیجے میں بھرپور معاشی ترقی لے کر آتا ہے۔ مگر چین اپنی

سستی مزدوری کی مقامی سپلائی استعمال کر چکا ہے اور اب اُس نے خطے میں دوسروں کا استحصال شروع کر دیا ہے۔ یہ سب اسلام سے بالکل ہٹ کر ہے۔ اسلام ایک توانا اندرونی معیشت کھڑی کرتا ہے جو کہ انصاف اور لوگوں کے مابین صحتمند معاشی تعلقات کی بدولت وجود میں آتی ہے اور اس طرح معاشرے میں دولت کی منصفانہ تقسیم جاری رہتی ہے۔ مزید بر آں، معاشی تعلقات مضبوط معاشرتی تعلقات، جو ایک خاندان سے نکلتے ہیں، پر قائم ہوتے ہیں جو کہ کاروبار کے فروغ اور خطرہ مول لینے کے لیے ایک ٹھوس بنیاد فراہم کرتے ہیں اور اس سب کو ایک ریاست کے تحفظ کی ضمانت بھی حاصل ہوتی ہے۔ یہ اسلامی ریاستِ خلافت کی جانب سے ہزار سال سے زیادہ تک اسلام کا نفاذ ہی تھا جس نے نہ صرف مسلمانوں بلکہ چین اور مغرب کو بھی امن، سکون اور ترقی فراہم کی جنھوں نے عالم اسلام کے ساتھ آمدورفت کا بھرپور فائدہ اٹھایا، جس کی ایک مثال شاہراہ ریشم ہے جو کہ مسلم علاقوں سے گزرتی تھی۔ سرمایہ داریت نے یہ سب تباہ کر دیا مگر اللہ کے اذن سے مسلمان امت اب دوبارہ کھڑی ہو رہی ہے اور جلد نبوت ﷺ کے نقشِ قدم پر اسلامی دولتِ خلافت قائم کرنے والی ہے جو تمام اسلامی زمینوں کو یکجا کرے گی اور اپنے قیام کے آغاز سے ہی اپنے حجم، طاقت، آبادی، وسائل، جغرافیائی محل وقوع اور اسلامی آئیڈیالوجی کی بدولت بڑی طاقتوں کی صفوں میں جگہ بنالے گی۔

مشرقِ وسطیٰ میں امریکی فوج، لیبیا، ناجائز یہودی وجود

نئے امریکی سیکریٹری دفاع للوایڈ آسٹن (Lloyd Austin) کے بارے میں کہا جارہا ہے کہ وہ مشرقِ وسطیٰ میں امریکی فوجی موجودگی سے خوش ہیں، یہ دعویٰ (Al-Moniter) میں چھپنے والے مکالے میں ان کے پریس سیکریٹری کے حوالے سے کیا گیا۔ للوایڈ آسٹن ایک ریٹائرڈ فوجی افسر ہیں جنھوں نے اوبامہ کے دور میں امریکی سینٹرل کمانڈ کی قیادت کی جو کہ عالم اسلام میں ہونے والے امریکی فوجی آپریشنز کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ بطور سیکریٹری دفاع ان کا انتخاب، بائیڈن انتظامیہ کی مسلم ممالک کے ساتھ امریکہ کے تعلقات کی تنظیم میں درپیش خاطر خواہ چیلنجز کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ امریکہ کے پاس دنیا کی سب سے طاقتور فوج ہے مگر امریکہ کی طاقت مسلمان ممالک میں ڈرامائی حد تک محدود ہو جاتی ہے جس کی وجہ امریکہ کا سمندر پار، زمین کے دوسرے کونے سے طاقت کو منتقل کرنا ہے۔ اس کے علاوہ، ایک کافر امریکی فوجی کا درحقیقت ایک مخلص مجاہد سے کوئی مقابلہ نہیں۔ اس وجہ سے امریکہ نے مسلم سرزمین میں اپنی فوج کی تعیناتی کا خیال ترک کر دیا ہے اور اب اس کے بجائے مسلمان ممالک کو ایک دوسرے کے خلاف استعمال کر کے ایک مقامی توازن (Balance) پیدا کرنے پر انحصار کرنا شروع کر دیا ہے۔ اسی اثناء میں، مسلم امت اب تک اپنی مکمل طاقت سے ناواقف ہے اور اس بات کا ادراک نہیں کر رہی کہ مسلمان حکومتوں کی کمزوری صرف اس وجہ سے ہے کہ ان کی قیادت ایجنٹ حکمرانوں کے ہاتھوں میں ہے جنھوں نے اپنے آپ کو مغرب کے ہاتھوں فروخت کر دیا ہے۔

امریکہ کی لیبیا میں کامیابیاں جاری ہیں جو کہ ترکی اور روس کو یہاں داخل کرنے کے بعد سے شروع ہوئیں۔ یہ وہی دو ملک ہیں جنھوں نے خفیہ طریقے سے شامی انقلاب کے خلاف امریکی منصوبہ نافذ کرنے میں مدد کی تھی۔ لیبیا کی نئی قومی حکومت کی ٹیم کے وزیرِاعظم عبد الحمید دبیباح ہیں جن کے ترکی کے ساتھ خاندانی تجارتی مراسم ہیں، گزشتہ ہفتے کے دن انہوں نے کہا، "ہماری ترک ریاست اور لوگوں کے ساتھ بہترین ہم آہنگی ہے۔ ترکی ہمارا حلیف، دوست اور بھائی ہے۔ اور ترکی کے پاس بڑی صلاحیتیں ہیں جو لیبیا کے لوگوں کو اپنے حقیقی اہداف حاصل کرنے میں مدد دے سکتی ہیں۔ ترکی ہمارے لیے ایک حقیقی پارٹنر ہے۔" امریکہ تقریباً ایک دہائی سے لیبیا کو برطانیہ کے کنٹرول سے باہر نکالنے کی کوشش کر رہا ہے۔ عرب بہار ایک اسلامی انقلاب کا مخلصانہ اظہار تھی مگر ایک مقامی، مخلص اور قابل قیادت جو اسلام کے ساتھ مخلص ہو، کے بغیر عرب بہار مغربی طاقتوں کے لیے ایک دوسرے کے ایجنٹوں کو اکھاڑنے اور اپنے ایجنٹ بیٹھانے کے لیے ایک اور موقع ہی ثابت ہوئی۔ مسلم امت کبھی بھی کافر مغربی سامراجی قوتوں کی ریشہ دوانیوں سے چھٹکارا حاصل نہ کر سکے گی جب تک وہ اس کے ایجنٹ حکمرانوں کو اکھاڑ نہ دیں اور اپنے معاملات کی ذمہ داری خود نہ اٹھالیں اور ایک دفعہ پھر ایک خلیفہ کو بیعت دے دیں جو مؤمنین کا مخلص نمائندہ ہو گا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے علاوہ کسی اور سے وفاداری نہیں کرے گا۔

جو بائیڈن کی صدارت کو تین ہفتے ہو چکے ہیں مگر ابھی تک اس نے ناجائز یہودی وجود کے وزیرِاعظم بنیامین نیتن یاہو سے ٹیلیفون کے ذریعے رابطہ نہیں کیا جبکہ اوبامہ اور ٹرمپ نے اپنی صدارت کے پہلے دو ہی دنوں میں اس سے رابطہ کر لیا تھا۔ مگر مسلمانوں کو ہرگز اس سے یہ دھوکہ نہیں کھانا چاہیے کہ بائیڈن صیہونی ایجنڈے کے کسی بھی طرح خلاف ہے۔ بائیڈن نے یہ واضح کر دیا ہے کہ وہ کسی بھی طریقے سے ٹرمپ کی طرف سے اختیار کی جانے والی ان پالیسیوں کو تبدیل نہیں کرے گا جو یہودی وجود کے فائدے کے لیے استعمال کی گئی تھیں۔ بائیڈن صرف نیتن یاہو سے اسی موقع پر اس کی شخصیت کے حوالے سے امریکی ناراضگی کا اظہار کر رہا ہے کیونکہ وہ ٹرمپ کے داماد، جیراڈ کشنر کے خاندان سے اپنے ذاتی

مراسم کو استعمال کر کے ناجائز وجود کے لیے اضافی فوائد حاصل کرتا تھا۔ نیتن یاہو، ناجائز وجود کے اندر یہودی قائدین کی بچگانہ ذہنیت کا ایک نمونہ ہے جس کو امریکہ ایک لمبے عرصے تک برداشت کرتا رہا۔ بائیڈن بطور امریکی اسٹیبلشمنٹ کے ایک پختہ رکن کے، اس غیر ملکی ناجائز وجود کو پوری طور پر سپورٹ کرنے کے لیے ہر دم تیار ہے جو کہ مسلم دنیا کے قلب میں دوسری صلیبی ریاست کی نشانی ہے جبکہ پہلی صلیبی ریاست کو ہزار سال پہلے صلاح الدین ایوبی کی قیادت میں مسلم افواج نے شکست دی تھی۔ مگر اس وقت اسلامی دولتِ خلافت موجودہ تھی اور فلسطین کی آزادی کی مکمل حمایت کر رہی تھی جبکہ آج مسلمان ممالک ایجنٹ حکمرانوں کے ہاتھوں میں ہیں جو مسلم سرزمین میں خارجی موجودگی کو مکمل تحفظ فراہم کر رہے ہیں چاہے فلسطین ہو یا کشمیر یا افغانستان یا کوئی اور جگہ۔ اللہ کے اذن سے، مسلمان جلد ان ایجنٹوں کے تخت الٹ دیں گے اور نبوت ﷺ کے نقشِ قدم پر دوبارہ اسلامی دولتِ خلافت کو قائم کریں گے جو مسلمان علاقوں کو ایک قیادت تلے جمع کرے گی، تمام مقبوضہ علاقوں کو آزاد کرائے گی، اسلامی طرزِ حیات کا احیاء کرے گی اور اسلام کے نور کو پوری دنیا میں پھیلائے گی۔